چوتھا باب

تعارف قرآن وحدیث

تعارف

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے جو کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ان میں قرآن مجید آخری مکمل اور ابدی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے فضائل و برکات اور علوم و اسرار بے حد حساب ہیں۔

قرآن مجید کے اسماء

قرآن مجید کے اسماء کے بارے میں عُلماء کے کئی اقوال ہیں۔ جن میں سے کتاب البرہان کا بیان بھی ہے کہ قرآن کریم کے پچپن نام ایسے ہیں جو خود آیات قرآنیہ سے ماخوذ ہیں۔

ان میں سے چند اسماء مبارک مندرجہ ذیل فہرست میں مذکور ہیں:

1- الکتاب : دُنیا کی تمام کتابوں میں کتاب کہلانے کا مستحق قرآن ہی ہے۔
2- الفرقان : سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والی۔
3- نور : روشنی اور ہدایت دکھانے والی۔
4- شفاء : روحانی شفاء اور پیغام صحت۔
5- تذکرہ : عبرت و نصیحت کا سامان۔
6- العلم : یہ کتاب سراپا علم و معرفت ہے۔
7- البیان : اس کتاب کی ہر تعلیم وضاحت سے پیش کی جاتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کی چند صفتوں کا بھی بیان فرمایا ہے۔ مثلاً:

حکیم	حکمت والا
مجید	بزرگ

مبارک	بابرکت
العزیز	زبردست عزت والا
مبین	ہدایت کو واضح کرنے والا
کریم	کرامت اور بزرگی والا

اس کتاب کی خوبیوں کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ اس کے مضامین و مطالب کی کوئی حد نہیں۔ کوئی شخص بھی جس کے دل میں ہدایت کی سچی تڑپ ہو وہ اپنی فہم کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

فضائل قرآن مجید

قرآن مجید کے فضائل بہت سی آیات و احادیث میں مذکور ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ یونس : 57)

ترجمہ:- اے لوگو! تمہارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے ایک پیغامِ نصیحت آچکا ہے۔ جو دلوں کی بیماریوں کا علاج اور مومنوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت باعثِ برکت اور مُوجبِ اجر و ثواب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے اس کے لیے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آلم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف ہے (گویا ایک لفظ میں تین حروف ہوئے جس کے بدلے میں تیس نیکیاں ملیں گی)

حضرت معاذ جُہَنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تو اس کے والدین کو روز قیامت

ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی۔

قرآن مجید پر عمل دین و دُنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"اے لوگو! تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو عزت و سربلندی عطا کرتا ہے (ایمان و عمل کے ذریعے) اور بہت سوں کو (اس سے روگردانی پر) ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔"

وحی کیا ہے؟

وحی کے لغوی معنی خفیہ طور پر لطیف انداز میں اشارہ سے بات کرنے کے ہیں لیکن شریعت کی اِصطلاح میں وحی سے مراد وہ پیغامِ الٰہی ہے، جو اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام کو عطا کرتا ہے۔حواس، عقل اور دیگر مادی ذرائع سے ملنے والے علم کے مقابلے میں وحی کے ذریعے حاصل ہونے والا علم زیادہ یقینی اور قطعی ہوتا ہے۔تمام انبیائے کرام وَحیِ الٰہی کی رہنمائی میں اپنی اپنی امتوں کے لیے فریضہ تبلیغ و رسالت ادا کرتے رہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دین کی تکمیل ہو چکی ہے۔قرآن مجید کی صورت میں آخری وحی الٰہی محفوظ ہو چکی ہے۔جو روزِ قیامت تک ہدایت کے لیے کافی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحیِ آسمانی کا نزول اور نبوت و رسالت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو چکا ہے۔

نزولِ قرآن

قرآن کریم نزول سے پہلے بھی لوحِ محفوظ میں مکتوب تھا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (البروج)

ترجمہ:۔ یہ قرآن مجید ہے، لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا۔

پھر لیلۃ القدر میں جو رمضان المبارک میں ہے، یہ پورے کا پورا لوح محفوظ

سے آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (سورہ البقرہ : 185)

ترجمہ:۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (سورہ القدر: 1)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت اور فیصلے کے مطابق اس کا نزول حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شروع ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کو پہنچی تو، آپ بکثرت سچے خواب دیکھا کرتے تھے۔جو حرف بحرف پورے ہوتے تھے۔ان دنوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر فاران نامی پہاڑ کے حرا نامی غار میں کئی کئی دن تنہائی میں گزارتے اور عبادت میں مصروف رہتے کہ اچانک ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور آپ سے فرمایا۔

"اِقْرَاْ" (پڑھیے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔"مَآ اَنَا بِقَارِئٍ" (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے سے لگا کر بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا "اِقْرَاْ" (پڑھیے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا۔تیسری مرتبہ پھر جبرئیل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور پھر سورہ علق کی پہلی پانچ آیات پڑھیں۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔بلکہ روز قیامت تک تمام انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کا عظیم بارِ امانت تھا۔جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈال دیا گیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ مبارک پر اس کا بڑا اثر تھا۔واپس آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو، جب کچھ سکون ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔وہ آپ کے اطمینان کی خاطر آپ کو اپنے چچازاد بھائی

ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو نہایت عمر رسیدہ اور تورات کے بہت بڑے عالم تھے۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات سن کر کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لاتا تھا۔

اس کے بعد کچھ عرصے تک کوئی وحی نہ آئی۔ اسے "فَتْرَۃُ الْوَحی" کا زمانہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد سورہ مدثر کی ابتدائی آیات سے وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس کے بعد مسلسل قرآن مجید موقع اور محل کے مطابق تقریباً بیس سال تک نازل ہوتا رہا۔ اس طرح نزول وحی کا کل زمانہ **23** سال کے لگ بھگ ہے۔ عام طور پر تین تین، چار چار آیتیں ایک ساتھ اترتیں۔ بعض اوقات زیادہ آیتیں یا پوری سورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبانِ وحی کو بلا کر ہر وحی کو اس کی متعلقہ سورت میں لکھوا لیتے۔

مکّی اور مدنی سورتیں

جمہور مفسرین کے نزدیک مکی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرتِ نبوی سے پہلے مکی دور میں نازل ہوئیں۔ خواہ وہ حدودِ مکہ سے باہر ہی نازل ہوئی ہوں۔ جب کہ مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعد کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے زمانے تک نازل ہوئیں۔ مکی سورتوں کی تعداد **87** اور مدنی سورتوں کی تعداد **27** ہے۔ اس طرح سورتوں کی مجموعی تعداد **114** ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں کا فرق

مکی اور مدنی سورتوں میں طرزِ بیان، معانی اور مضامین وغیرہ کے لحاظ سے کافی فرق ہے۔ مثلاً مکہ مکرمہ میں جو آیات اور سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں زیادہ تر اصول اور کلیات دین کا بیان ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت جیسے بنیادی عقائد پر زیادہ

زور دیا گیا ہے۔

توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور شرک کے ابطال کے لیے غور و فکر اور کائنات اور خود وجودِ انسانی میں تدبّر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بت پرستی اور شرک کی مذمت ایسے سادہ اور مؤثر انداز میں کی گئی ہے کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی شرک سے متنفر ہو کر توحید کا پرستار بن جائے۔ سابقہ اقوام کے وہ قصے بار بار مختلف اسالیب میں بیان کئے گئے ہیں جن سے اہلِ عرب اچھی طرح واقف تھے اور ان اقوام کی زندگی میں عبرت و نصیحت کے واضح نشانات موجود تھے۔ آخرت اور موت کے بعد زندگی کو ذہن نشین کرانے کے لیے نہایت مؤثر انداز میں خطاب کیا گیا ہے۔ مکی سورتوں کے جملے چھوٹے اور نہایت دل نشین ہیں کہ سنتے ہی ذہن نشین ہو جائیں اور دل میں اتر جائیں۔

مدنی سورتوں کے مخاطب اہلِ کتاب اور مسلمان تھے۔ اس لیے ان میں ان کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اکثر مقامات پر قرآن مجید کو سابقہ آسمانی کتابوں کا مؤید اور مصدق بتایا گیا ہے۔ سابقہ آسمانی کتابوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مذکورہ پیشین گوئیاں یاد دلائی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ تورات و انجیل پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن پر پورا پورا ایمان لایا جائے۔

مدنی آیات اور سورتوں کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر عبادات و معاملات سے متعلق احکام، حلال و حرام، فرائض و واجبات اور ممنوعات و منہیات کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ غزوات و جہاد، مال غنیمت، خراج، جزیہ، میراث اور حدود و قصاص کے تفصیلی احکام بھی مدنی سورتوں کے خاص مضامین ہیں۔

حفاظت و تدوین قرآن مجید

قرآن مجید بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہدایت ہے۔ حکمت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ اس سے قبل نازل ہونے والے صحیفوں کا مقررہ

زمانہ گزر جانے اور ان کے منسوخ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید کو نازل کیا جائے۔ جو قیامت تک انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا آخری، مکمل اور ناقابل تنسیخ ہدایت نامہ ہو۔ قرآن مجید کی اس اہمیت اور امتیازی شان کے پیش نظر ضروری تھا کہ اس کی حفاظت اور بقا کا پورا پورا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی اور قیامت تک کے لیے اس کے ایک ایک حرف کی حفاظت کا انتظام کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:9)

ترجمہ:۔ بے شک ہم ہی نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرآن مجید کی حفاظت کے لیے جو انتظامات فرمائے گئے ان میں سے دو اہم طریقے صدری حفاظت اور کتابی حفاظت کے ہیں۔

صدری حفاظت (سینوں کے ذریعے)

صدر سینے کو کہتے ہیں۔ یہ قرآن مجید کی امتیازی شان ہے کہ اسے کتابی شکل میں محفوظ کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ کر دیا گیا۔ اس مقصد کے لیے قرآن مجید کو تیئس سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا موقع بموقع نازل کیا جاتا رہا جیسے ہی کوئی سورت یا آیات نازل ہوتیں، صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد اسے حفظ کرنے میں لگ جاتی اور پھر وہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اعادہ کر کے یہ اطمینان حاصل کرتے کہ انھوں نے صحیح طریقہ سے اسے حفظ کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت نماز میں لازمی قرار دی گئی۔ قرآن مجید کی تعلیم و تعلم کے فضائل موقع بموقع بیان کیے جاتے تھے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مساجد میں قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام فرما دیا تھا۔ بعض مکانات[1] کو بھی

1 ۔ جیسے مدینہ میں مخرمہ بن نوفل کا مکان۔

مدارس قرآن مجید کی حیثیت دے دی گئی تھی۔ علاوہ ازیں بعض صحابہ کرامؓ[2] کو معلم قرآن بنا کر دور دراز علاقوں میں بھیجا جاتا تھا۔ مسجد نبوی کے قریب صفہ (چبوترہ) درس قرآن کا زبردست مرکز تھا۔ جہاں سینکڑوں مسافر طلبہ روز و شب قرآن مجید کے حفظ اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ انہی اسباب کی بنا پر ابتدائے اسلام ہی سے ہر چھوٹے بڑے اور مرد و عورت کی توجہات کا اولین مرکز حفظ قرآن بن گیا تھا جس کی بدولت قرآن مجید ان کی رگ رگ میں رچ بس گیا۔ مومنین کی اسی صفت کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (سورہ العنکبوت : ▬)

ترجمہ:۔ بلکہ یہ (قرآن) تو آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار فقط ظالم لوگ ہی کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ عہد رسالت میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو مکمل قرآن مجید یا اس کے اکثر حصے زبانی یاد ہو گئے تھے اور یہی طریقہ ہمیشہ سے مسلمانوں میں چلا آ رہا ہے۔ مسلمان کسی جگہ بھی ہوں، اقلیت میں یا اکثریت میں، حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت ان میں موجود رہتی ہے۔ اسی متواتر اور مسلسل حفظ و تعلیم کی بناء پر قرآن مجید کا ایک ایک حرف آج تک تحریف و تبدل سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔

کتابی حفاظت

عرب ظہور اسلام سے قبل امی تھے۔ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ تھا۔ بلکہ ان کا سارا دارومدار حافظہ اور روایت پر تھا۔ اس لیے ان میں نہ تو لکھنے والے موجود تھے، نہ لکھنے کے سامان کا کوئی انتظام تھا۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ نزول قرآن سے کچھ عرصہ قبل عرب لکھنے لکھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ بعثت نبوی کے وقت

2 ۔ جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور حضرت مصعبؓ بن عمیر وغیرہ۔

مکہ مکرمہ میں صرف 17 (سترہ) افراد ایسے تھے جو لکھنے کے فن سے واقف تھے۔ ان میں سے بعض ابتدائے اسلام ہی میں مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ جس کی وجہ سے شروع ہی سے قرآن مجید کی کتابت کا پورا انتظام وجود میں آچکا تھا۔ خود قرآن مجید کی اوّلین نازل شدہ آیات (سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات) میں تعلیم بالقلم کو ایک بڑی نعمت قرار دیا گیا اور قرآن مجید کو ایک لکھی ہوئی کتاب کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا۔ سورہ طور کی ابتدائی آیات میں فرمایا گیا۔

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝

ترجمہ:۔ قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے کشادہ اوراق میں۔

چونکہ کاغذ کا رواج نہ تھا، اس لیے کتابت قرآن مجید کے لیے جو چیزیں استعمال کی گئیں ان میں اونٹ کے شانے کی چوڑی ہڈیاں، تختیاں، کھجور کی شاخوں کے ڈنٹھل؛ باریک سفید پتھر کے ٹکڑے، کھال یا پتلی جھلی کے ٹکڑے اور چمڑے کے ٹکڑے وغیرہ شامل تھے۔ جونہی کوئی سورہ نازل ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبین وحی میں سے کسی کو بلا کر حکم فرماتے کہ اس آیت کو اس سورت میں درج کرو جس میں فلاں بات کا ذکر ہے۔ اس طرح نازل شدہ آیات کے صحیح مقام سے آگاہ فرما کر اس کی کتابت کروا لیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ حفظ کے علاوہ اس قسم کے صحیفے اپنے پاس رکھتے اور تلاوت کے لیے سفر میں ساتھ لے جایا کرتے۔

اگرچہ قرآن مجید کی تمام آیات کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کاتبوں سے لکھوائی تھیں۔ تاہم انھیں ایک مصحف میں جمع نہیں فرمایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید کی کئی سورتوں کا نزول بیک وقت جاری رہتا، نزول کی ترتیب اس طرح نہیں تھی جس طرح آج قرآن مجید ہمارے پاس لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق موجود ہے۔ اسی لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول قرآن کے زمانے میں ایک مصحف میں کتابی شکل میں آیات مبارکہ کو جمع نہیں فرمایا۔ البتہ ہر سورت اور آیت کا

صحیح مقام بتا کر اس کے مطابق حفظ اور مختلف اشیاء پر کتابت کروا کر امت کے حوالے کر دیا۔

جمع و تدوین قرآن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں

جس طرح قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے الفاظ اور ترتیب کے ساتھ آپؐ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرامؓ کے سینوں میں محفوظ ہوا۔ اسی طرح نزول کی تکمیل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد کتابی صورت میں جمع ہونے کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ اس مہم کی طرف سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ اس وقت مبذول ہوئی جب جنگ یمامہ میں کئی سو حفاظ و قُرّاء شہید ہو گئے۔ اس پر انھوں نے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ "اِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ"

ترجمہ:۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو کتابی صورت میں جمع کرنے کا حکم فرمائیں۔

شروع میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس بار عظیم کو اٹھانے کے حق میں نہ تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ایسا نہیں کیا تو ہمارے لیے ایسا کام کرنا کب درست ہو سکتا ہے۔ مگر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بار بار توجہ دلانے سے ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ کتابت قرآن مجید تو عین سنت نبوی ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مختلف اشیاء پر قرآن مجید کی کتابت کروا چکے ہیں۔ اس لیے اس کا ایک مصحف میں جمع کرنا عین منشاء نبوی کے مطابق ہے۔

جب اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ اس رائے پر متفق ہو گئے تو کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس خدمت کے انجام دینے پر مامور کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اگرچہ حافظ قرآن تھے اور ان کے پاس اپنا مصحف بھی موجود تھا۔ تاہم فقط یادداشت کی بنیاد پر قرآن مجید کو جمع کرنے کی بجائے طریقہ یہ مقرر کیا گیا کہ جن لوگوں کے پاس مختلف

نوشتے تھے۔ ان سے منگوا کر دو گواہوں کے سامنے یہ شہادت لی جاتی کہ یہ نوشتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو لکھا گیا ہے۔ کتابت قرآن کے لیے حضرت زید بن ثابت کی سربراہی میں 75 صحابہ کرامؓ کی مستقل کمیٹی بنائی گئی تھی جن میں 25 مہاجر اور 50 انصاری صحابہ شامل تھے۔ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی فصاحت اور لہجہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھا۔ اس لیے املا کا کام ان کے ذمے ڈالا گیا۔ اس طرح اجماع صحابہ سے قرآن مجید کا نسخہ تیار کرکے اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رکھ دیا گیا۔

جمع قرآن حضرت عثمانؓ کے عہد میں

عرب کے مختلف قبائل، لہجے اور بعض لغات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے قدرے مختلف تھے۔ ہجرت کے بعد جب مختلف عرب قبائل مشرف باسلام ہونے لگے تو لغات اور لہجوں کے اختلاف کی وجہ سے ان کے لیے قریشی لہجے میں قرآن کی تلاوت کرنا دشوار تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مختلف احرف (لہجوں) میں قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دے دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

ترجمہ:۔ بے شک یہ قرآن سات احرف (لہجوں) سے نازل ہوا ہے۔

پس ان میں سے اس لہجے سے پڑھو جو تمہارے لیے آسان ہو۔

اس طریقے پر نزولِ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی کے اواخر تک ہوتا رہا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ جب اسلامی خلافت کی حدود وسیع تر ہو گئیں تو مختلف اَحْرُف سے قرآن مجید کی قرأت سے بعض اوقات الجھنیں اور غلط فہمیاں پیدا ہونے لگیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کو جمع کرکے اس خطرے سے آگاہ کیا اور فرمایا۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو! تم جمع ہو کر لوگوں کے لیے ایک رہنما اور

امام مصحف لکھو"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ دوبارہ صحابہ کرامؓ کے متفرق نوشتوں سے قرآن کریم کو جمع کریں اور جس جگہ لہجے کا اختلاف ہو وہاں لغت قریش کو معیار مانا جائے۔ کیونکہ قرآن لغت قریش پر ہی نازل ہوا۔ اس طریق پر جب مصحف کی کتابت 24ھ کے اواخر اور 25ھ کے اوائل کے زمانہ میں مکمل ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد کا جمع کردہ مصحف منگوایا اور اس سے لفظ بلفظ تقابل اور اطمینان حاصل کر لینے کے بعد اس کی پشت پر یہ عبارت لکھی گئی۔

هٰذَا مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِّنْ أَصْحَابِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ: یہ وہ نسخہ قرآن ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی جماعت نے اجماع و اتفاق کیا ہے۔

اس مصحف کو "مصحف امام" کا نام دیا گیا اور اس کی سات نقلیں کرا کر مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ اور مدینہ منورہ جیسے مرکزی مقامات پر رکھوا دی گئیں۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی انتھک محنت کے باعث قرآن مجید ایک ہی لہجے اور لغت پر ساری دُنیا میں رائج ہوا۔

قرآن مجید کی خوبیاں

قرآن مجید میں ایسی خوبیاں موجود ہیں جن کے سبب یہ کتاب زندہ جاوید بن گئی ہے۔ ان تمام خوبیوں کا شمار ناممکن اور محال ہوگا۔ تاہم چند خوبیوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ قرآن مجید ایک سچی کتاب ہے۔ اس کی دعوت اور پیغام بھی سچائی سے بھرپور ہے۔ اس کے دلائل نہایت مضبوط اور مستحکم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ أُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ (سورہ ہود: 1)

ترجمہ:- یہ کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں
ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے۔

چونکہ دلائل نہایت مضبوط ہیں اور سچائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اس لیے تضاد سے پاک ہیں۔ اس کے مضامین میں ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا"

(سورہ النساء: 82)

ترجمہ:- اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں
بہت تفاوت۔

2- اس کتاب نے ان افراد اور اقوام کی کامیابی کی ضمانت دی ہے، جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے لیے یہ کتاب اس جہان میں بھی شرف و امتیاز کا وعدہ کرتی ہے۔ اس حقیقت کو حضرت عمرؓ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

"اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کتنی ہی قوموں کو بلندی بخشے گا اور کتنوں کو پست کرے گا" (صحیح مسلم)

حضرت عمرؓ ہی کی زندگی کو لیجیے۔ اس کتاب ہدایت کا اثر تھا، جس نے حضرت عمرؓ کی زندگی کو یکسر بدل دیا۔ وہ عمرؓ جو اپنے باپ خطاب کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے باپ انھیں جھڑکا کرتے تھے اور یہ قوت و عزم میں قریش کے متوسط لوگوں میں سے تھے۔ وہی عمر اسلام قبول کر لینے کے بعد تمام عالم کو اپنی عظمت و صلاحیت سے متحیر کر دیتے ہیں اور ایک ایسی اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالتے ہیں، جو قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر حاوی ہے۔ تدبیر سلطنت میں ہمیشہ کے لیے وہ رہنما اصول مقرر کرتے ہیں جن پر ساری دنیا فخر کرتی ہے۔ اتنی بڑی سلطنت کے سربراہ ہونے کے باوجود ورع و تقویٰ میں بے مثل ہیں۔ جو شخص جس قدر اس

کتاب سے قریب ہوگا اسی قدر اسے شرف و امتیاز نصیب ہوگا اور جس قدر اس کتاب کی تعلیمات سے روگردانی کرے گا اسی قدر وہ ذلت و خواری کا شکار ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آج بھی مسلمان مل کر قرآن کی راہ پر چلیں تو وہ عزت و شرف یقیناً آج بھی انھیں نصیب ہو سکتا ہے۔

3- تربیت و تزکیہ کے لحاظ سے اس کتاب میں بلا کی خوبی ہے۔ اس کی تربیت سے انسانی قلب و دماغ جذبات و خواہشات، رجحانات، میلانات اور سیرت و کردار کا بخوبی تزکیہ ہوتا ہے۔ جس کی بدولت انسان اخلاقی فضائل اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور پھر اس کی ہر بات دل میں اتر جاتی ہے۔ اس کی تلاوت سے جہاں قلب میں خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے وہاں عزم و یقین کی دولت بھی نصیب ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی تاثیر

قرآن مجید چونکہ کلام الٰہی ہے اس لیے اس میں پڑھنے والوں کے لیے بلا کی تاثیر رکھ دی گئی ہے۔ اس تاثیر کا اندازہ قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتا ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

(سورہ الحشر: 21)

ترجمہ:- اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تو دیکھ لیتا کہ وہ دب جاتا،
پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے۔

یہ اسی تاثیر کا سبب ہے کہ ایک مومن اس کی تلاوت کے دوران میں ایک عجیب کیفیت اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ یہی در اصل ایمانی کیفیت ہے۔ جو تعلق باللہ میں استواری اور قرآنی تعلیمات کو اپنے اندر جذب کرنے کا باعث بنتی ہے حدیث میں ہے کہ حضور صحابہ سے قرآن مجید سنتے اور اس موقع پر آپؐ پر رقت کی عجیب پرکیفیت حالت طاری ہو جاتی۔ اس بارے میں ایک حدیث ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کی اے خدا کے رسول میں آپؐ کو قرآن سناؤں حالانکہ آپؐ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں اوروں سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں، چنانچہ میں سورت نساء پڑھنے لگا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

(سورہ النساء : 41)

ترجمہ: پھر کیا حال ہو گا جب بلادیں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلادیں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا۔

تو آپؐ نے فرمایا! اب بس کرو۔ میں نے آپؐ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو آپؐ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ قرآن کی تلاوت کے دوران میں صحابہؓ کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ اس کے بارے میں مفسر ابن کثیر اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں: "وہ نہ چیختے تھے اور نہ تکلفات سے کام لے کر کسی مصنوعی کیفیت کا مظاہرہ کرتے تھے، بلکہ وہ ثبات وسکون، ادب وخشیت میں اس قدر ممتاز تھے کہ ان صفات میں ان کی کوئی برابری نہ کر سکا۔"

(تفسیر ابن کثیر جلد 4، صفحہ 51)

مومن کا دل تلاوت قرآن کے وقت جہاں کانپ اٹھتا ہے اس کے ساتھ اس کے دل میں سکون کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے۔ گویا بدن اور دل کے نرم پڑنے کا مطلب ہی سکون کا حاصل ہو جانا ہے۔ جو رحمت الٰہیہ کے نزول کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت سکون ورحمت کا نزول ہوتا ہے، اس لیے اس وقت رحمت الٰہیہ کا امیدوار بننے کے لیے قرآن مجید کو توجہ اور خاموشی سے سننے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

(سورہ الاعراف : 204)

ترجمہ:- اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار یہی لوگ ہیں جو قرآن مجید کو توجہ سے سنتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے قرآن ان کے دلوں میں اتر جائے۔

حدیث اور سُنّت

حدیث کے لغوی معنی خبر یا بات چیت کے ہیں۔ شریعت اسلامی کی رو سے حدیث اس خبر کا نام ہے جس کے ذریعے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی قول، فعل یا تقریر معلوم ہو۔ اس طرح حدیث کی تین قسمیں بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں:-

حدیث قولی وہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بات کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کچھ فرمایا ہو یا اس میں کسی معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی زبانی ہدایات کا تذکرہ ہو۔

حدیث فعلی وہ ہے جس میں راوی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار کردہ کوئی عمل اور طریقہ بیان کیا ہو۔

حدیث تقریری سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں ایسے امور کا تذکرہ ملے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واقع ہوئے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر خاموشی اختیار فرمائی ہو، اس لیے کہ اگر اس معاملے میں کوئی بات ممنوع یا قابل وضاحت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور اس بارے میں رہنمائی فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور پر خاموش رہنا اس کی تصدیق کے مترادف ہے۔

سُنّت کے لفظی معنی طریقے اور راستے کے ہیں خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ اِصطلاحِ شریعت میں سُنّت رسول کے معنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار کردہ اور ہدایت کردہ طریقے کے ہیں۔ جمہور محدثین کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ اقوال، افعال، تقریرات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق جلیلہ، مغازی حتّٰی کہ بعثت

سے قبل کے احوال بھی سُنّت کے ضمن میں آتے ہیں۔

حدیث یا سُنّت کی شرعی حیثیت

شریعت اسلامی کے چار بُنیادی مآخذ کتاب اللہ، سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اِجماع اور قیاس ہیں ان میں سُنّت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرا بُنیادی مقام حاصل ہے۔ حدیث "وحی" کی وہ قسم ہے جو اللہ تعالیٰ نے الفاظ و عبارات کے بغیر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل فرمائی۔ اس امر پہ سب مسلمانوں کا اِجماع ہے کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی واجب اور خلاف ورزی حرام ہے۔ اس سلسلے میں بے شمار نصوص و آیات وارد ہوئی ہیں۔ یہاں اِختصار کی غرض سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: 7)

ترجمہ:۔ اور ہمارے رسول تمھیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے باز رہو۔

اس آیت مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ احکام و ہدایات کو قبول کرنے اور منہیات سے رک جانے کا واضح حکم دیا گیا ہے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ احکام عین رضاءِ الٰہی کے مترادف ہیں۔ اسی کی مزید توضیح ایک دوسری آیت مبارکہ سے ہوتی ہے۔ ارشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ النساء 86)

ترجمہ: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر ہر قسم کی لغزش اور خطاء سے معصوم ہوتا ہے۔ تشریعی امور

میں پیغمبر کا ہر قول، عمل اور اشارہ من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اس میں اس کی ذاتی خواہش یا وسوسہ کا احتمال نہیں ہوتا۔ اور اسے پوری طرح تائیدِ ربانی اور تصدیقِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (سورہ النجم: 3)

ترجمہ:۔ وہ (ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی مرضی و خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ وہ تو صرف وہی کچھ کہتا ہے جو انھیں "وحی" کے طور پر دیا جاتا ہے۔

حدیث شریعت کا دوسرا ماخذ اور قرآن مجید کی تفسیر اور عملی تعبیر ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام فقط آیات قرآنیہ کا سنا کر یاد کروا دینا ہی نہیں، بلکہ پیغمبر کے فرائضِ منصبی میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ آیات اِلٰہیہ کی موقع محل کے مطابق توضیح و تشریح کرے مختلف اِستعداد کے لوگوں کو ان کی ذہنی و علمی سطح کے مطابق اس کے اسرار و رموز سے آگاہ کرے۔ پھر ان کو اس کے مطابق عمل کی تربیت دے، اور ان کو اس راہ پہ چلنے کے لیے خود عملی نمونہ دکھلائے۔ تاکہ وہ احکامِ الٰہی کی تعمیل کے سلسلے میں افراط و تفریط میں نہ پڑ جائیں۔ نیز ان کے نفوس کا اس طرح تزکیہ کرے کہ اتباعِ شریعت ان کی فطرتِ ثانیہ بن جائے اور اس کے ہدایت یافتہ شاگرد خود دوسروں کے لیے ہدایت کے تارے بن جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہی فرائض کا تذکرہ مندرجہ ذیل آیات میں کیا گیا ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

(سورہ الجمعہ: 2)

ترجمہ:۔ اللہ وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان (کے نفوس) کو سنوارتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے

پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

قرآن کریم میں بہت سے امور مثلاً عبادات، حلال وحرام اور معاملات وغیرہ میں مجمل اصول وقواعد بتا دیے گئے ہیں اور ان کی تفصیل اور توضیح کا کام پیغمبر کے ذمے ڈال دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (سورہ النحل: 44)

ترجمہ: ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے لیے اس چیز کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔

اسی طرح بعض بڑے جرائم اور حدود کے بارے میں تو قرآن مجید نے سزائیں بتلا دیں تاہم بقیہ جرائم کی تعزیرات کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (النساء:59)

ترجمہ: اگر تمہارا کسی معاملہ میں آپس میں تنازع ہو تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرو۔

اسی طرح مختلف متنازعہ امور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قاضی وحکم بنانے اور ان کا فیصلہ دل وجان سے تسلیم کرنے کو ایمان کا بنیادی تقاضا بتایا گیا ہے۔

سورہ النساء آیت 65 میں ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

ترجمہ: تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تنازعات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم اور فیصلہ کنندہ نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں۔ اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں۔

خلاصہ یہ کہ احادیث نبویہ شریعت کے بنیادی ماخذ اور قرآن مجید کی تفسیر وتشریح

کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کے بغیر قرآن مجید اور احکام الٰہیہ کا تفصیلی علم ناممکن ہے اس لیے حدیث پر عمل واجب اور موجب فلاح دارین ہے اور اس کا انکار کفر کے مترادف ہے۔

تدوین حدیث

ظہورِ اسلام کے وقت کتابت اور لکھنے پڑھنے کا رواج عربوں میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ گنے چنے افراد فنِ کتابت سے واقف تھے، جن میں سے اسلام قبول کرنے والے حضرات سے قرآن مجید کی وقتاً فوقتاً نازل ہونے والی آیات کی کتابت کی خدمت لی جاتی تھی جب کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں عام طور پر زبانی روایت اور قوت حافظہ کو استعمال میں لایا جاتا تھا۔

جب ہم ذخیرہ احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں دو قسم کی احادیث ملتی ہیں۔ ایک تو وہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابت حدیث سے منع کر دیا تھا اور دوسری قسم وہ ہے جس میں کتابتِ حدیث کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے لکھے گئے احکام وفرامین بھی ملتے ہیں۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شروع میں حدیث کے سلسلے میں کتابت سے ممانعت کا حکم کئی مصالح اور حکمتوں پر مبنی تھا۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ کتابت کا فن عام نہ تھا اس لیے حفظ حدیث پر زور دیا گیا تاکہ زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں اور ان کی قوت حافظہ بھی ضائع ہونے کی بجائے مزید ترقی کرے۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کی طرف توجہ زیادہ رہے تاکہ یہ دلوں میں راسخ ہو جائے اور قرآن مجید کے ساتھ حدیث یکجا لکھنے کی اس لیے بھی ممانعت کی گئی کہ قرآن اور حدیث کے الفاظ آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں چونکہ سامان کتابت زیادہ ترقی یافتہ نہ تھا اور دائرہ کتابت چند افراد تک محدود تھا۔ اس لیے قرآن وحدیث کے الفاظ کے التباس کا خدشہ ہو سکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قرآن کے سوا مجھ سے سن کر کچھ نہ لکھو، جس نے قرآن کے سوا کوئی چیز

مجھ سے لکھی ہوا سے مٹا دے۔ (صحیح مسلم بروایت ابو سعید خدریؓ)

تاہم یہ احکام درج بالا مصالح کے تحت وقتی طور پر دیے گئے تھے۔ جب حالات بہتر ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی۔ جس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ شروع میں صرف حفظ حدیث کے قائل تھے مگر بعد میں انھوں نے اپنی تمام مرویات کو تحریری طور پر محفوظ کر لیا تھا۔ جب کسی قسم کا شک وشبہ پیدا ہوتا تو اس مجموعے سے اس کی تصدیق کرتے۔ عمروؓ بن امیہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں احادیث کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ کے ذاتی مجموعہ ہائے احادیث کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے معاہدات، صلح نامے، احکامات اور خطوط وغیرہ بھی ضبط تحریر میں لائے گئے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کا معاہدہ، شاہان مصر، روم و ایران کے نام خطوط یا فتح مکہ کے بعد جو خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا۔ ابو شاہ یمنی کی درخواست پر انھیں لکھوا دیا تھا۔ حاکم یمن عمرو بن حزام کو تقرری کے وقت ایک تحریر لکھائی تھی جس میں فرائض، صدقات، طلاق، صلوٰۃ وغیرہ کے متعلق ضروری احکام تھے۔

عہد صحابہ کے بعد تابعین کے دور میں بھی عام طور پر زیادہ توجہ حفظ حدیث کی جانب رہی۔ تاہم چونکہ لکھنے کا فن عام ہو رہا تھا اس لیے اکثر لوگ اپنی ذاتی سعی سے بعض نوشتے لکھنے لگے تھے۔ یہ دور پہلی صدی ہجری کے اواخر تک جاری رہا۔

یہ صحابہ اور اکابر تابعین کا دور تھا۔ اس کے بعد دوسرا دور اس وقت شروع ہوتا ہے جب ۹۹ ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے۔ اس وقت تقریباً تمام صحابہؓ دنیا سے کوچ کر چکے تھے۔ بزرگ تابعین بھی اٹھتے جا رہے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے حفاظت حدیث کی نیت سے تمام کے نام فرامین بھیجے کہ احادیث نبویہ کو تلاش کر کے جمع کر دیا جائے۔ یہ حکم بھی دیا کہ احادیث کے ساتھ خلفاء راشدین

کے آثار کو بھی جمع کر لیا جائے۔ تاکہ احکامِ شریعت پر عملدرآمد کی مثالیں بھی محفوظ ہو جائیں۔

آپ کے ان فرامین کا بہت اچھا نتیجہ نکلا اور جن لوگوں نے اس کا اثر قبول کیا ان میں حجاز وشام کے مشہور عالم محمد بن مسلم بن شہاب زہری (متوفی 124ھ) بھی تھے۔ انھوں نے دن رات محنت کر کے احادیث کی ایک کتاب مرتب کی جس کی نقلیں کروا کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے مختلف بلاد میں بھجوائیں۔ ان کے علاوہ مدینہ میں سعید بن المسیب، کوفہ میں امام شعبی اور شام میں مکحول جیسے علماء موجود تھے۔ انھوں نے حدیث کی تدوین و اشاعت میں زبردست حصہ لیا۔ ان کے بعد ان کے شاگردوں نے اس کام کو مزید وسیع کر دیا۔ اس کے بعد احادیث کی چھان پھٹک، فقہی ترتیب اور تدوین و ترتیب کے کام پر پورے عالم اسلامی میں توجہ دی گئی اور کئی ایک ضخیم و مستند اور منظم و مرتب کتب حدیث وجود میں آئیں جن میں صحاح ستہ زیادہ مشہور ہوئیں جو مدتوں سے درسی کتابوں کے طور پر عالم اسلامی میں مستعمل ہیں اور اس کی شرح و حواشی اور تنقیح و تشریح کے سلسلے میں ہر دور میں گراں قدر خدمات انجام دی گئی ہیں۔

صحاح ستہ (حدیث کی چھ مشہور کتابوں) اور اصول اربعہ اور ان کے مصنفین کی فہرست درج ذیل ہے:۔

1- صحیح بخاری، امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ۔
(194 تا 256 ہجری)

2- صحیح مسلم - امام مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری۔ (ف 261 ہجری)

3- جامع الترمذی - امام ابو عیسٰی، محمد بن عیسٰی الترمذیؒ۔ (ف 279 ہجری)

4- سنن ابی داؤد - امام ابو داؤد سلیمان بن اشعثؒ۔ (ف 275 ہجری)

5- سنن النسائی - امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن علی النسائیؒ۔ (ف 303 ہجری)

6- سنن ابن ماجہ - امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ
(ف 273 ہجری)

اُصولِ اَربعہ۔ مندرجہ ذیل چار کتابیں فقہ جعفریہؒ کی مستند ترین ذخائر حدیث ہیں۔

1- الکافی -ابوجعفر مُحمّد بن یعقوب الکلینیؒ (ف 339 ہجری)
2- مَن لَّا یَحضُرُہُ الفَقِیہُ -ابوجعفر مُحمّد علی بن بابویہ قمیؒ (ف 381 ہجری)
3- اَلاِستِبصَارُ -ابوجعفر مُحمّد بن الحسن الطوسیؒ (ف 460 ہجری)
4- تَہذِیبُ الاَحکَام -ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسیؒ (ف 460 ہجری)

منتخب آیات

یَآ اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُولُوا قَولًا سَدِیدًا ۝ یُّصلِح لَکُم اَعمَالَکُم وَ یَغفِر لَکُم ذُنُوبَکُم ؕ وَ مَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُولَہٗ فَقَد فَازَ فَوزًا عَظِیمًا ۝ (سورہ الاحزاب ۷۰ -۷۱)

ترجمہ:- اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی کہ سنوار دے تمھارے کام اور بخش دے تم کو تمھارے گناہ اور کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسُول کے اس نے پائی بڑی مُراد۔

تشریح:- ان آیات کے شروع میں دو باتوں یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور درست بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تقویٰ کے معنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے دین و شریعت کے احکام کی بجا آوری ہے۔ دوسری تاکید یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ درست بات کہے۔ جھوٹ وغیرہ کا اس میں احتمال نہ ہو۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ وہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور اس کے ساتھ ہی آخرت کی مغفرت کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے۔

لَقَد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔ (سورہ الاحزاب ، ۲۱)

ترجمہ:- تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی بہترین نمونہ ہے۔

تشریح:- یہاں عام ضابطے کے طور پر مسلمانوں سے ارشاد فرمایا گیا کہ تمھیں روزمرہ کے کاموں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیئے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب مسلمانوں کے لیے نمونہ ہیں۔ جو شخص اپنی زندگی میں آپ کو نمونہ بنا کر جس قدر محاسن اپنے اندر پیدا کرے گا۔ اسی قدر اللہ کے ہاں مقبول ہو سکتا ہے۔ دنیا و آخرت کی تمام سعادتیں صرف آپؐ کی ذات کی اتباع ، اطاعت اور تقلید سے وابستہ کر دی گئی ہیں۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (سورہ آلِ عمران۔ ۱۰۳)

ترجمہ:۔ اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔

تشریح:۔ اس آیت میں اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے یعنی اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی وغیرہ سے منع کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں تفرقہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے، جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام چھوڑ دیں۔ پھر عداوت، خود غرضی حسد، کینہ اور بغض جیسی برائیاں پیدا ہو کر مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے کے خلاف کر دیتی ہیں اس کے برعکس اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنا رہبر بنائیں۔ اس کے احکام پر عمل کریں تو سب برائیوں کی جگہ محبت، دوستی، اخلاص، مروّت، ہمدردی جیسی بھلائیاں پیدا ہوں گی۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔ (سورہ الحجرات۔ ۱۳)

ترجمہ:۔ تحقیق تم سے اللہ کے ہاں وہی زیادہ عزت کا مستحق ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔

تشریح:۔ سیاق و سباق کے لحاظ سے آیت کا یہ ٹکڑا اس مقام پر وارد ہوا ہے جہاں مسلمانوں کو عیب جوئی اور طعن و تشنیع سے منع کیا گیا ہے۔ بسا اوقات برائیوں کا ارتکاب آدمی اس وقت کرتا ہے جب وہ اپنے آپ کو بہت بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھ لے۔ اس موقع پر ارشادِ ربّانی کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا چھوٹا بڑا یا معزز و حقیر ہونا، ذات پات یا خاندان و نسب کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ قرآن کی زبان میں جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو اسی قدر اللہ کے ہاں معزز و مکرّم ہے۔ نسب کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب انسان آدم و حوّا کی اولاد ہیں۔ اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں۔ سُرخ کو سیاہ اور سیاہ کو سُرخ پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (سورہ آلِ عمران۔ ۱۹۰)

ترجمہ:۔ بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

تشریح:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کا ذکر فرما کر عقل مندوں کو اس جہاں کے کارخانے پر غور کرنے کی دعوت دی ہے تاکہ اس غور و فکر سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ان کے لیے آسان ہو جائے۔ قرآن غور و فکر کی دعوت دیتا ہے لیکن غور و فکر ایسا چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو۔ اس کے برعکس ایسا غور و فکر جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے دُوری ہو اور انسان یہ سمجھ لے کہ اس جہاں کا کارخانہ خود ہی چل رہا ہے۔ ایسے لوگ قرآن کی زبان میں عقلمند نہیں بلکہ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی یقین کرے کہ یہ سارا مربوط و منظم سلسلہ ضرور کسی ایک مختارِ کُل اور قادرِ مطلق فرمانروا کے ہاتھ میں ہے۔ جس نے اپنی عظیم قدرت و اختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی حد بندی کر دی ہے۔ کسی چیز کی مجال نہیں کہ اپنے دائرہ عمل سے باہر قدم نکال سکے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (سورہ آلِ عمران، ۹۲)

ترجمہ:۔ تم ہرگز زندگی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی پیاری چیز میں سے خرچ نہ کرو۔

تشریح:۔ عموماً انسان مال و دولت سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس محبت کو کمزور کرنے کے لیے قرآن نے یہ رہنمائی فرمائی کہ اللہ کی خوشنودی کی خاطر مال و دولت میں سب سے پیاری چیز اس کی راہ میں خرچ کرو تاکہ ایک طرف اللہ کی محبت بڑھے اور اس کے ساتھ یہ یقین بھی پیدا ہو کہ مال و دولت اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اسی کی راہ میں خرچ ہونی چاہیے اور اس عمل کو نیکی شمار کیا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ عام طور پر اپنی ذاتی شہرت اور بڑائی کے لیے مال خرچ کرتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ قرآن نے جہاں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تعلیم دی ہے وہاں ذاتی اغراض کے تمام پہلو رد کر دیے ہیں۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔
(سورہ الحشر۔ ۷)

ترجمہ:۔ اور جو دے تم کو رسولؐ سو لے لو اور جس سے منع کرے اسے چھوڑ دو۔
تشریح:۔ آیت کا مفہوم عام ہے کہ حضور جو کام کرنے کو فرمائیں فوراً کرو اور جس سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔ یعنی ہر عمل اور ارشاد میں آپؐ کی تعمیل ہونی چاہیئے۔ گویا اس آیت میں صحیح اسلامی زندگی گذارنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ برحق ہے اور اللہ کی ہدایت سے احکام بیان فرماتے ہیں اور خود عمل کرتے ہیں۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (سورہ العنکبوت، ۴۵)

ترجمہ:۔ بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔
تشریح:۔ آیت بالا کے اس ٹکڑے نے واضح کیا ہے کہ نماز میں ایسی خوبی ضرور ہے جس کے سبب نمازی بے حیائی اور بُرائی سے بچ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جب کسی بیماری کی تشخیص ہو جائے اور اس کے لیے مناسب دوائی بھی تجویز ہو تو دوا ضرور اثر دکھاتی ہے۔ بشرطیکہ بیمار کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی تاثیر کے خلاف ہو۔ اس اعتبار سے واقعی نماز بھی قوی التاثیر ہے۔ اس کا ایک اور مفہوم یہ بھی ہے کہ نماز کے اندر چند ایسی خوبیاں ہیں جن کی موجودگی میں اس آدمی کے لیے جو واقعی نماز خلوص سے پڑھتا ہو، ممکن نہیں کہ بے حیائی اور بُرائی کی طرف جھکے۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ (سورہ الانعام، ۱۶۵)

ترجمہ:۔ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ اس کے ذمّہ پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا۔
تشریح:۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ جو شخص

جیسے اعمال کرے گا، اچھے ہوں یا بُرے۔ اس کے مطابق جزا و سزا پائے گا۔ گویا اچھے اعمال کی اچھی جزا اور بُرے اعمال کی بُری سزا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔ (سورہ النحل۔ ۹۰)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا۔
تشریح:۔ آیت کے اس حصّہ میں عدل و احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ عدل کے معنی انصاف کے ہیں۔ یعنی کسی کو اس کا پورا حق ادا کرنا، اور احسان یہ ہے کہ کسی سے اس کے حق سے بڑھ کر مروت اور نیکی کرنا۔ اس آیت میں جہاں لین دین کے معاملے میں انصاف کرنے کا حکم موجود ہے وہاں سب عقائد، اخلاق اور اعمال کے معاملے میں بھی انصاف کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پوری آیت میں تمام بھلائیوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اس لیے اس آیت کی جامعیت کے پیش نظر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس آیت کو خطبہ جمعہ کے آخر میں شامل کر دیا تھا۔ جو آج تک جمعہ کے روز خطبہ کے آخر میں پڑھا جاتا ہے۔

منتخب احادیث

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى

(بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، اصول کافی بہ الفاظ مختلفہ)

ترجمہ:۔ بے شک اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور بے شک انسان وہی کچھ پائے گا جو اس نے نیت کی ہو گی۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ ۔ (موطاء امام مالک)

ترجمہ:۔ بے شک مجھے اس خاطر رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ

وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ:۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اُس کے والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ (بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، سنن داری، مسند احمد بن حنبل، اصول کافی بالمعنی)

ترجمہ:۔ تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، سنن داری، مسند احمد بن حنبل، اصول کافی)

ترجمہ:۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

لَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمِ النَّاسَ ۔ (مسلم، ترمذی، مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔

(ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ:۔ ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ ۔ (مسند احمد بن حنبل، اصول کافی بالمعنی)

ترجمہ:۔ جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج نہیں ہوگا۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْماً سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقاً مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ ۔ (بخاری، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ:۔ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے

راستوں میں سے کسی راستہ پر لے جاتا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِنِ اشْتَكٰى شَيْئاً مِنْهُ وَجَدَ أَلَمَ ذٰلِكَ فِيْ سَائِرِ جَسَدِهٖ ۔ (مسلم، ترمذی، مسند احمد بن حنبل، اصول کافی)

ترجمہ:۔ ہر مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔ جیسے ایک جسم۔ اگر اس جسم کا کوئی حصہ بھی تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ اپنے سارے جسم میں تکلیف محسوس کرے گا۔

سوالات

۱۔ قرآن مجید کے اسما کون کون سے ہیں؟ پہلی وحی کے نزول کا واقعہ تفصیل سے لکھیں۔

۲۔ مکی اور مدنی سورتوں کی خصوصیات تحریر کریں۔

۳۔ حجۃ الوداع کی تفصیل بیان کریں۔

۴۔ مختصر نوٹ لکھیں۔

۱۔ قرآن مجید کی حفاظت (۲) قرآن مجید کی ترتیب

۵۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

۱۔ عہد صدیقی میں قرآن مجید کی جمع و تدوین۔

۲۔ قرآن مجید کا انداز بیان۔

۳۔ قرآن مجید کی خوبیاں۔

۶۔ حدیث کے معنی بیان کریں۔ حدیث کی اپنی حیثیت کیا ہے!

۷۔ تدوین حدیث کے تینوں ادوار کا تفصیل ذکر کریں۔

۸۔ صحاح ستہ اور ان کے مصنفین کے نام مع ان کے سن وفات لکھیں۔

۹۔ اصول اربعہ اور ان کے مصنفین کے نام مع ان کے سن وفات لکھیں۔

(سیدنا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

"میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(سنن ترمذی: کتاب الفتن)

(سیّدنا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا

کسی نے ہرگز کوئی کھانا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں کھایا ہے۔
اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری)

ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔

(سورۃ البقرہ آیت 188)